مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت

عبدالرشید عراقی

مولانا ابوالکلام آزاد ایک نادر روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ گونا گوں اوصاف اور محاسن کے حامل تھے۔ وہ جامع الکمالات تھے۔ وہ جید عالم دین تھے۔ امام و مجتہد تھے۔ وہ فطرتاً عبقری تھے۔ ان کی زندگی ایک فرد کی زندگی نہیں، پورے ایک عہد کی داستاں ہے۔ وہ میدان صحافت کے شہسوار تھے۔ ان کی صحافتی زندگی کی عمر تقریباً ۳۰ سال ہے۔ ۱۸۹۹ء تا ۱۹۲۷ء وہ صحافت سے وابستہ رہے۔ وہ صحافت کے میدان میں اس وقت داخل ہوئے جب حالی، شبلی اور نذیر احمد زندہ تھے۔

مولانا آزاد ۱۴ اخبارات و رسائل سے وابستہ رہے۔ ان میں کئی رسائل و جرائد کے مدیر رہے اور کئی اخبارات و رسائل میں مدیر معاون کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ مولانا جن اخبارات اور رسائل سے وابستہ رہے، یہاں اس کی مختصر تفصیل پیش خدمت ہے۔

نیرنگ عالم

مولانا آزاد نے یہ ماہانہ رسالہ ۱۸۹۹ء میں کلکتہ سے جاری کیا۔ مولانا کی عمر اُس وقت ۱۳ برس کی تھی۔ نیرنگ عالم صرف شعری گلدستہ تھا جس میں نثر کا حصہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ یہ رسالہ صرف آٹھ ماہ جاری رہا۔ (۱)

المصباح

نیرنگ عالم کے بند ہو جانے کے بعد مولانا آزاد نے ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو کلکتہ سے ہفتہ وار ''المصباح'' جاری کیا۔ یہ اخبار مولانا آزاد نے مصر کے اخبار ''مصباح الشرق'' کی تقلید میں جاری کیا۔ یہ اخبار مذہبی نوعیت کا تھا۔ اس کے صرف تین چار شمارے شائع ہوئے۔ (۲)

تحفہ محمدیہ

اس رسالہ کے بارے میں افضل حق قریشی صاحب اپنی کتاب ''ابوالکلام آزاد: ادبی و

شخصی مطالعہ'' کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ یہ کان پور سے شائع ہوتا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری اپنی کتاب ''مولانا ابوالکلام آزاد: ایک شخصیت، ایک مطالعہ'' کے صفحہ ۱۸۷ پر لکھتے ہیں کہ کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔ میرے خیال میں ڈاکٹر ابوسلمان کی رائے صحیح ہے۔

مولانا آزاد اس رسالہ کے بھی مدیر رہے اور یہ زمانہ ۱۹۰۱ء کا ہے۔

احسن الاخبار

یہ ہفتہ وار اخبار کلکتہ سے ۱۹۰۲ء میں جاری ہوا۔ مولانا آزاد اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس اخبار کے بارے میں مولانا آزاد اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس اخبار کی اشاعت سے اس وقت مجھے بہت فائدہ ہوا۔ ایک تو قریبی مصرف طبع آزمائی پیدا ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی مضامین نویسی کے لئے قومی تحریک وتشویق ہوئی' دوسرے اخبار کا ایک دفتر قائم ہو جانے کی وجہ سے تبادلے کے اخبارات و رسائل عام دیکھنے کا بہت اچھا موقع ملا۔''(۳)

خدنگِ نظر

اسی زمانے میں ۱۹۰۳ء میں منشی نوبت رائے لکھنو سے ماہنامہ ''خدنگ نظر'' نکالتے تھے۔ مولانا آزاد اُس میں اپنی غزلیں بھیجا کرتے تھے۔ اس کے حصہ نثر کی ادارت مولانا آزاد نے اپنے ذمہ لے لی۔ مولانا آزاد تحریر فرماتے ہیں:

''لکھنو سے نوبت رائے ''خدنگ نظر'' نکالتے تھے' اس میں اپنی غزلیں بھیجا کرتا تھا۔ انہیں آمادہ کیا کہ نثر کا ایک حصہ بھی شامل کردیں۔ اس کی ترتیب اپنے ذمہ لی''۔(۴)

ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور

۱۹۰۳ء میں مولانا آزاد نے ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور کی ادارت بھی اپنے ذمہ لی۔(۵) ڈاکٹر ابوسلمان صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا آزاد کی احسن الاخبار' تحفہ محمدیہ اور خدنگ نظر (کے حصہ نثر) کی ادارت المصباح کے بعد کے واقعات ہیں''۔(۶)

لسان الصّدق

مولانا آزاد نے یہ ماہنامہ کلکتہ سے ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری کیا اور یہ ۵ مئی ۱۹۰۵ء تک جاری رہا۔ یہ رسالہ اس وقت کے گنے چنے پرچوں میں ایک تھا۔ اس پرچہ میں کوئی نظم نہیں ہوتی تھی۔ پہلے شمارے میں اس کے جو مقاصد چھپے تھے، وہ یہ تھے:

۱۔ سوشل ریفارم، یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنا۔

۲۔ ترقی اردو، یعنی اردو زبان کے علمی لٹریچر کے دائرہ کو وسیع کرنا۔

۳۔ علمی مذاق کی اشاعت، بالخصوص بنگلہ میں۔

۴۔ تنقید، یعنی اردو تصنیفات پر منصفانہ ریویو۔

مولانا آزاد نے جب یہ رسالہ جاری کیا تھا اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔

لسان الصدق کا معیار اتنا بلند تھا کہ اس کا شمار اس وقت کے صفِ اوّل کے رسائل میں ہونے لگا۔ اس کے مضامین پڑھنے سے قاری یہ محسوس کرتا تھا کہ اس کا مدیر ایک کہنہ مشق صحافی اور معمر آدمی ہے جس کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور اس کو تمام علوم پر عبور حاصل ہے۔

اسی دوران انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ مولانا حالی اور مولانا شبلی کو بھی اس اجلاس میں شرکت کی دعوت ملی تھی اور یہ دونوں بزرگ اس مقصد کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ مولانا آزاد بھی اس اجلاس میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں ان کی ملاقات مولانا حالی اور مولانا شبلی سے ہوئی۔ اس ملاقات کی تفصیل مالک رام کی زبانی سنئے:

''مولانا آزاد انجمن کا اجلاس شروع ہونے سے ایک دن پہلے لاہور پہنچ گئے تھے۔ اسی دن ان کی ملاقات مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی سے ہوئی۔ سلیم کو جب معلوم ہوا کہ یہی ''لسان الصدق'' کے مدیر شہیر ہیں تو انہوں نے بجا طور پر اسے عجائب عالم میں سے خیال کیا۔ وہ انہیں مولانا حالی کے پاس لے گئے، جو جلسے میں شرکت کے لئے آئے ہوئے دوسری جگہ کسی دوست کے ہاں مقیم تھے۔ جب سلیم مولانا آزاد کو ساتھ لئے پہنچے تو تعارف سے پہلے انہوں نے حالی سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں ان کی عمر کیا ہوگی۔ حالی کی طبیعت کا حزم و احتیاط معلوم ہی ہے۔ انہوں نے تامل سے

جواب دیا: ابھی بہت کم سن ہیں ۔ اس پر سلیم نے اصرار کیا کہ نہیں، فرمائیے آپ کے خیال میں کیا عمر ہوگی ۔ بالآخر حالی نے کہا: یہی پندرہ سولہ سال کی ہوگی ۔ اب سلیم نے انہیں بتایا کہ یہی ''لسان الصدق'' کے ایڈیٹر ہیں ۔ یہ پرچہ مولانا حالی کی نظر سے بھی گزرتا تھا اور وہ اس کے مضامین کے مداح تھے ۔ ساری دنیا کی طرح وہ بھی یہی گمان کرتے تھے کہ رسالے کے ایڈیٹر کوئی تجربہ کار عالم صحافی ہوں گے ۔ یہ معلوم کر کے انہیں بہت تعجب ہوا کہ یہ نوعمر صاحبزادے اس ماہنامے کے ایڈیٹر ہیں ۔ اس دن جو تعلقات دونوں میں قائم ہوئے، امتداد زمانہ سے ان میں استواری آئی اور ایک دوسرے کے متعلق عزت اور محبت کے جذبات میں اضافہ ہوتا گیا۔''(۷)

اسی اجلاس میں مولانا آزاد کی ملاقات مولانا شبلی نعمانی سے ہوئی تھی اور انہوں نے ان کو مولانا آزاد کا بیٹا سمجھا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہی مولانا آزاد ایڈیٹر ''لسان الصدق'' ہیں تو بہت حیران ہوئے ۔ فرمایا: ''ایسا نوعمر لڑکا اتنے اعلیٰ وارفع مضامین لسان الصدق میں لکھتا ہے ۔ وقت آئے گا کہ اس کی ساری دنیا میں دھوم ہوگی ۔''

مولانا شبلی کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا ساری دنیا میں شہرہ ہوا اور ان کے علمی تجر اور جامع الکمالات ہونے کا اعتراف مشرقی و مغربی علمی و ادبی رہنماؤں نے کیا۔

لسان الصدق کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ اس میں لکھنے والے وہ حضرات شامل تھے جن کے مضامین دوسرے اخبارات و رسائل میں بہت کم شائع ہوتے تھے ۔ وہ یہ حضرات تھے:

۱۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
۲۔ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی
۳۔ شمس العلماء مولوی محمد یوسف جعفری
۴۔ مولوی عبدالرزاق کانپوری مصنف ''البرامکہ''
۵۔ مولوی امجد علی اشہری
۶۔ مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی
۷۔ مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی

لسان الصدق صرف ۱۸ ماہ جاری رہا۔ اس کا آخری شمارہ اپریل مئی ۱۹۰۵ء کا مشترکہ شمارہ تھا۔

سہ روزہ وکیل

۱۹۰۵ء میں مولانا آزاد سہ روزہ وکیل امرتسر سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے مالک شیخ غلام محمد تھے۔ مگر ۸ ماہ بعد آپ نے ادارت سے استعفاء دے دیا۔

الندوہ

ماہنامہ الندوہ لکھنؤ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا علمی رسالہ اور اس کا نقیب تھا۔ یہ ایک نیم علمی یا نیم مذہبی رسالہ تھا' بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تین چوتھائی علمی اور صرف ایک چوتھائی مذہبی تھا۔ اسے مولانا شبلی نعمانی نے اگست ۱۹۰۲ء میں جاری کیا اور اس کے ایڈیٹرز مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی مقرر ہوئے۔

مولانا شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ مولانا شبلی نے مولانا آزاد کو لکھا کہ آپ الندوہ میں آ جائیں اور بطور مدیر معاون کام کریں۔ چنانچہ مولانا آزاد لکھنؤ چلے گئے اور الندوہ کے مدیر معاون مقرر ہوئے۔ الندوہ سے آپ کا تعلق اکتوبر ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء تک رہا۔ ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی لکھتے ہیں:

> ''اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک مولانا ابوالکلام آزاد الندوہ کے سب ایڈیٹر رہے۔ الندوہ میں مولانا آزاد کا پہلا مضمون ''مسلمانوں کا ذخیرۂ علوم وادب'' اکتوبر ۱۹۰۵ء کے شمارے میں چھپا۔ اس کے بعد المرأۃ المُسلمہ کے نام سے مصر کے قاسم بک اور فرید وجدی نے مسلمان عورتوں کی بے پردگی پر جو کچھ لکھا تھا اس پر مفصل و مدلل تبصرہ لکھا جو الندوہ میں بالاقساط عرصہ تک شائع ہوتا رہا۔ الندوہ کے مضامین نے پورے ملک میں ابوالکلام کے نام کا ایسا غلغلہ بلند کیا کہ دنیائے صحافت میں ہر طرف ان کی مانگ ہونے لگی۔'' (۸)

سہ روزہ وکیل امرتسر

شیخ غلام محمد امرتسری مالک اخبار وکیل مولانا آزاد کے علمی تبحر سے واقف ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ مولانا آزاد کو لکھتے رہتے تھے کہ آپ امرتسر آ جائیں اور اخبار وکیل کی ادارت سنبھال لیں۔ جب مولانا آزاد نے مارچ ۱۹۰۶ء میں الندوہ لکھنو سے علیحدگی اختیار کر لی تو

وہ شیخ غلام محمد کے اصرار پر اپریل ۱۹۰۶ء میں دوبارہ اخبار وکیل سے وابستہ ہو گئے اور نومبر ۱۹۰۶ء تک اس سے وابستہ رہے۔ اخبار وکیل سے علیحدگی کا سبب آپ کے بڑے بھائی ابونصر حسین آہ کا سانحہ ارتحال تھا۔ چنانچہ مولانا آزاد امرتسر سے کلکتہ تشریف لے گئے۔

دارالسلطنت کلکتہ

جب مولانا آزاد امرتسر سے کلکتہ تشریف لے گئے تو وہاں آپ کا قیام آٹھ ماہ رہا۔ اس عرصے کے دوران یعنی جنوری تا اگست ۱۹۰۷ء آپ ہفتہ وار دارالسلطنت کلکتہ کے مدیر رہے۔ دارالسلطنت سے علیحدگی کا سبب یہ ہوا کہ اخبار کے مالک عبداللطیف صاحب نے اخبار کی پالیسی میں عمل دخل شروع کر دیا، جو مولانا آزاد کے مزاج کے خلاف تھا۔ اس لئے مولانا آزاد نے اخبار دارالسلطنت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

سہ روزہ وکیل امرتسر

اخبار دارالسلطنت کلکتہ سے علیحدگی کے بعد مولانا آزاد پھر اخبار وکیل امرتسر میں آ گئے اور اس کی ادارت سنبھالی۔ امداد صابری صاحب لکھتے ہیں:

> ''آٹھ نو ماہ بعد حضرت مولانا آزاد اخبار وکیل میں دوبارہ تشریف لائے۔ اتنے عرصہ میں بہت سی باتوں میں تغیر پیدا ہو چکا تھا اور تغیرات کا سلسلہ سرعت کے ساتھ جاری تھا۔ اس مرتبہ حضرت مولانا آزاد کے سیاسی خیالات خاص طور پر مسائل ہند کے متعلق کافی تبدیلی آ گئی تھی۔ حضرت مولانا آزاد کے دل و دماغ میں اخبار الہلال جاری کرنے کا خیال پیدا ہو چکا تھا۔''(۹)

مولانا آزاد اگست ۱۹۰۷ء میں اخبار وکیل سے وابستہ ہوئے تھے اور اگست ۱۹۰۸ء میں اپنے والد کی شدید بیماری کی بنا پر مستعفی ہو کر کلکتہ تشریف لے گئے۔ ۱۵ اگست ۱۹۰۸ء کو ان کے والد نے وفات پائی۔

الہلال

اخبار وکیل سے استعفاء اور والد کی وفات کے بعد ۱۹۰۹ء میں مولانا آزاد نے مغربی ایشیاء اور فرانس کا سفر کیا۔ مولانا مصر بھی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مفتی محمد عبدہ اور

علامہ جمال الدین افغانی کی تحریک کا مطالعہ کیا اور جب آپ واپس ہندوستان تشریف لائے تو ان کے افکار و خیالات اور تصورات کو اپنے ساتھ لائے۔ چنانچہ آپ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ''الہلال'' کے نام سے ایک اخبار جاری کریں گے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ الہلال جاری کیا۔ الہلال مختلف حیثیتوں سے آزاد صحافت میں ایک نیا باب تھا۔ یہ اخبار صحیح معنوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی، علمی، صحافتی اور ادبی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔

''الہلال'' عصری صحافت میں محض ایک اخبار کا اضافہ نہ تھا بلکہ وہ اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا جس نے مسلمانوں کے بقاء و تحفظ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ الہلال ایک ''دعوت'' تھا جس کا مقصد دین الٰہی اسلام کی تجدید اور اس کے بنیادی اصول ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کو زندہ کرنا تھا۔

''الہلال'' محض ایک اخبار نہیں دراصل ایک صور قیامت تھا جس نے مُردہ دلوں میں ایک نئی جان ڈال دی اور جو شعلہ قیامت سرد ہو رہا تھا اس کو بھڑکا دیا۔ مولانا آزاد نے الہلال کے ذریعے کلمہ حق بلند کیا۔ جرأت، حق گوئی اور راست بازی کی وہ مثال قائم کی جو ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

ملت اسلامیہ خواب غفلت میں سو رہی تھی، الہلال نے اس کو بیدار کیا اور ملت اسلامیہ کے بیدار ہونے میں جو رکاوٹیں تھیں الہلال نے اس کی نشاندہی کی۔ الہلال دراصل نالہ جرس تھا۔ لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ الہلال مسلمانان ہند کی انقلابی سیاست کا آئینہ دار تھا اور مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ملکی اور بین الاقوامی امور کی آزاد ترجمانی کا شرف بھی اس کو حاصل تھا۔ الہلال کی شہرت وعظمت کا سہرا مولانا آزاد کی نابغہ شخصیت کے سر ہے۔ لیکن اس کے ادارہ تحریر میں جو مشاہیر اہل قلم شامل تھے، ان کی وجہ سے اس اخبار کی تحریکی اور دعوتی اہمیت کا غلغلہ پورے ہندوستان میں پھیلا۔

اس کے ادارہ تحریر میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، علامہ عبداللہ حمادی، عبدالواجد ندوی اور علامہ حامد علی صدیقی جیسے اہل علم وقلم شامل تھے۔

مولانا آزاد کی ادارت میں الہلال نے ہندوستان کے عوام کو انگریزوں کے خلاف

جدوجہد کی دعوت ہی نہیں دی تھی بلکہ انہیں یہ بھی بتایا کہ انگریز سامراج کے خلاف ان کی جدوجہد تمام آزادی پسند اقوام کی جدوجہد کا ایک جزو ہے۔ اس طرح الہلال نے ہندوستان کے مجاہدین آزادی کے ذہنی افق کو وسعت بخشی اور ان کے عزائم اور ارادوں کو پختگی دی۔

الہلال ۱۶ نومبر ۱۹۱۴ء تک جاری رہا۔ حکومت نے دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی جو جمع نہ کرائی جاسکی اور الہلال بند ہوگیا۔

البلاغ

الہلال کے بند ہونے کے ایک سال بعد مولانا آزاد نے ہفتہ وار البلاغ جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۳ا نومبر ۱۹۱۵ء کو شائع ہوا جبکہ آخری شمارہ ۱۷، ۲۴، ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء کی مشترکہ اشاعت تھی۔ یہ اخبار صرف پانچ ماہ جاری رہا۔

مولانا آزاد کو حکومت بنگال نے صوبہ بدر کر دیا جس کی وجہ سے البلاغ بند ہوگیا اور مولانا رانچی (بہار) تشریف لے گئے۔ الہلال کے مقابلے میں البلاغ کا انداز سیاسی سے زیادہ علمی تھا۔ نیاز فتح پوری نے الہلال اور البلاغ کا موازنہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''الہلال کے بعد جب مولانا نے البلاغ جاری کیا تو اس کا نصب العین بھی وہی تھا جو الہلال کا تھا۔ لیکن طریق ابلاغ کچھ مختلف تھا۔ تیور وہی تھے لیکن رخ دوسرا تھا۔ انداز قد وہی تھا مگر لباس بدلا ہوا تھا۔ الہلال نفسیاتِ عملی کا درس تھا اور البلاغ نفسیات ذہنی کا۔ الہلال حرکت وعمل اور جوش وولولہ کا پیام رساں تھا اور البلاغ فکر و بصیرت اور روحانی عزم وثبات کا۔ الہلال کا پیام تھا:
>
> ''شیر شو شیرانہ در صحرائے شیراں جائے''
>
> اور البلاغ کا:
>
> ''جلوہ بر خود کن وخود را بہ نگاہے دریاب''
>
> الہلال خون منصور کی شعلہ آہنگی تھی اور دعوت دار و رسن جبکہ البلاغ بشارت روحانی تھی اور پیام طاغوت شکن۔ الہلال عرفی کی زبان میں نوید سرفروشی تھا کہ
>
> برد پیالہ خونیں بجز قصابا!ں
>
> مشو گدائے شباناں کہ شیر می دوشند

اور البلاغ بیدل کی زبان میں پیام تھا ''خونے بہ جگر جمع کن و بروں آ'' کا۔ الہلال ایک کھلا ہوا چیلنج تھا' ایک بے باکانہ اعلان کہ ؎

نازک دلانِ باغ تو چوں شبنمِ سحر
بر روئے برگِ گل شکند آ بگینہ ہا

اور البلاغ نہایت بلیغ درس تھا اس حقیقت کا کہ

دل گم گشتہ سراغے ست ز کیفیت شوق
نشہ بالا اگر دست رود شیشہ ما

بات وہی ایک تھی لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ الہلال نے دامن کتاں چاک کیا اور البلاغ نے اس چاک سے نظارہ پرتو ماہ کی دعوت دی۔''(۱۰)

ہفت روزہ پیغام

جنوری ۱۹۲۰ء میں مولانا آزاد نظر بندی سے رہا ہوئے تو اس وقت ملک میں آزادی اور خلافت کی تحریکیں شروع ہو رہی تھیں۔ فروری میں بنگال پراونشل خلافت کانفرنس ہوئی جس کی صدارت مولانا آزاد نے کی' جس میں آپ نے ''مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب'' کے عنوان سے خطبہ صدارت پڑھا، جو اس موضوع پر حرف آخر ہے۔ اس میں پہلے پہل مسلمانوں کو حکومت سے ترکِ موالات کی دعوت دی۔ پھر ہمہ تن اس تحریک کے لئے وقف ہو گئے۔ تحریک کی دعوت کے لئے اپنی نگرانی میں ہفت روزہ ''پیغام'' جاری کیا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی تھے۔ یہ اخبار بھی تقریباً ایک سال جاری رہا۔

الجامعہ

یکم اپریل ۱۹۲۳ء کو مولانا آزاد نے عرب دنیا کو تحریک آزادی سے روشناس کرانے کے لئے اپنی نگرانی میں پندرہ روزہ ''الجامعہ'' کلکتہ سے جاری کیا۔ اس کے ایڈیٹر بھی مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی تھے، لیکن زیادہ چیزیں مولانا ہی لکھواتے تھے۔

دوبارہ اجراء الہلال

۱۰ جون ۱۹۲۷ء کو مولانا آزاد نے دوبارہ الہلال جاری کیا۔ اس دور میں مولانا

عبدالرزاق ملیح آبادی ہی اس کے روح رواں تھے۔مولانا نے اس میں پہلے ''الہلال'' کے طرز انشاء کی جادوگری چھوڑ دی۔ ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو الہلال کا آخری شمارہ شائع ہوا اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔

الہلال اور البلاغ کے بارے میں سید سلیمان ندوی کی رائے

الہلال اور البلاغ کی خدمات کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' نے پیدا کیا۔جس اسلوبِ بلاغت' کمالِ انشاء پردازی اور زورِ تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی آیتوں کو پیش کیا، اس نے ان کے لئے ایمان و یقین کے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی بلندی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کردیا۔''(۱۱)

اس کے بعد مولانا آزاد ''ترجمان القرآن'' ''غبارِ خاطر'' اور '' کاروانِ خیال'' کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے۔لیکن ان میں الہلال کا رنگ نہیں۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے کہا تھا: ''اگر مولانا نے اپنا قلمی جہاد جاری رکھا ہوتا تو آج ہماری قوم کو صاف اور سلجھے ہوئے طرز فکر اور صحیح راہ عمل کے تعین میں کس قدر گراں بہا تقویت نصیب ہوتی۔''

لیکن خود مولانا نے اپنی زندگی کا ماحصل ان الفاظ میں پیش کیا ہے: ''افسوس ہے کہ زمانہ میرے دماغ سے کام لینے کا کوئی سامان نہ کرسکا۔غالب کو تو صرف اپنی ایک شاعری کا رونا تھا،معلوم نہیں میرے ساتھ قبر میں کیا کیا چیزیں جائیں گی۔ (۱۲)

ناروا بود بہ بازارِ جہاں جنسِ وفا
رونق گشتم و از طالع دکان رفتم

کتابیات

۱۔ آزاد کی کہانی،خود آزاد کی زبانی' ص ۲۲۷
۲۔ کچھ ابوالکلام کے بارے میں' ص ۵۴
۳۔ نقش آزاد

۴۔ امام الہند ابوالکلام آزاد از امداد صابری، ص ۵۷
۵۔ ابوالکلام آزاد از افضل حق قریشی، ص ۲۹
۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۱۸۷
۷۔ کچھ ابوالکلام کے بارے میں، ص ۵۵
۸۔ سید سلیمان ندوی: شخصیت و ادبی خدمات، ص ۳۲۴، ۳۲۵
۹۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۵۹
۱۰۔ ابوالکلام آزاد از افضل حق قریشی، ص ۳۰۷، ۳۰۸
۱۱۔ معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۳۲
۱۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد از ابوسلیمان شاہجہان پوری، ص ۱۸۱

ڈاکٹر اسرار احمد
کی
حد درجہ جامع تصنیف

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

کا مطالعہ کیجیے

اعلیٰ سفید کاغذ ○ عمدہ طباعت ○ دیدہ زیب کتابت

مرکزی انجمن خدام القرآن ○ ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن ○ لاہور